Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Volume 6 Issue 8 | 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

# Role of Maulana Maududi's 'Concept of Afterlife and Moral Accountability' in the Preservation and Revival of Islamic Civilization in the Indo-Pak Subcontinent: A Research Analysis

## برصغیر پاک وہند میں اسلامی تہذیب کے تحفظ واحیاء میں مولانا مودودیؒ کے 'تصورِ آخرت واخلاقی جوابدہی' کا کردار: ایک تحقیقی جائزہ

**Mr. Anwar Ullah**
Ph.D Research Scholar (Islamic Studies)
SBB University Sheringal, Dir Upper KP (PAK)

**Dr. Ilyas Ahmad**
Lecturer, Islamic Studies, SBB University Sheringal, Dir Upper KP (PAK)

**Abstract**

This research paper presents a critical analysis of Sayyid Abul A'la Maududi's 'Concept of Afterlife (Akhirah) and Moral Accountability' and its pivotal role in the preservation and revival of Islamic civilization in the colonial Indo-Pak subcontinent during the twentieth century. The civilizational landscape of the subcontinent was caught between the onslaught of Western materialistic secularism on one hand, and the passive escapism, pessimism, and monasticism induced by the traditional philosophy of transmigration (tanasukh/Awagaman) on the other. In response to these profound intellectual challenges, Maulana Maududi presented the belief in the afterlife not merely as a dogmatic or ritualistic creed, but as a dynamic civilizational force. He argued that belief in accountability before God acts as an 'internal police or conscience-keeper' (Nafs-e-Lawwama), establishing an inner self-regulatory mechanism that compels individuals to adhere to moral and legal boundaries voluntarily, even in the absence of external state coercion. This paper analyzes the limitations of physical-material laws, provides a rational critique of transmigration, and explores the practical and civilizational impacts of the afterlife doctrine in safeguarding Muslim identity and preserving Islamic civilization in South Asia.

**Keywords:** Indo-Pak Subcontinent, Sayyid Abul A'la Maududi, Concept of Afterlife, Civilizational Revival, Moral Accountability, Conscience Keeper, Islamic Civilization

**خلاصہ**

زیرِ نظر ریسرچ آرٹیکل بیسویں صدی کے نوآبادیاتی برصغیر پاک وہند کے مخصوص فکری، تمدنی اور مذہبی ماحول میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے عقیدۂ آخرت اور اخلاقی جوابدہی کے عمرانی وتمدنی تصور کاایک تحقیقی وتحلیلی مطالعہ پیش کرتاہے۔ برصغیر کا تمدنی منظر نامہ جہاں ایک طرف مغربی استعماری اور لادینی مادہ پرستی کے زیرِ


CC BY

اثر مادی الحاد کا شکار تھا، وھیں دوسری طرف روایتی فلسفۂ تناسخ (آواگون) کے زیرِ اثر مایوسی، قنوطیت اور رہبانیت کی طرف مائل تھا۔ ان فکری چیلنجز کے مقابلے میں مولانا مودودیؒ نے عقیدۂ آخرت کو محض ایک ماورائی یا روایتی پوجا پاٹ کا عقیدہ قرار دینے کے بجائے ایک متحرک تمدنی قوت (Civilizational Force) کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے ثابت کیا کہ آخرت کی جوابدہی انسان کے اخلاقی اور تمدنی وجود کو سنوارنے کا ناگزیر ذریعہ ہے۔ یہ عقیدہ انسانی ضمیر کے اندر ایک "داخلی محتسب اور نگرانِ ضمیر" (Internal Police) قائم کر کے بیرونی قوانین یا مادی دباؤ کے بغیر بھی قانون کا رضاکارانہ پابند بناتا ہے۔ یہ مقالہ مادی قوانین کی حدود، فلسفۂ تناسخ پر علمی تنقید اور برصغیر میں اسلامی تشخص کے تمدنی تحفظ میں عقیدۂ آخرت کے گہرے تمدنی اور عملی اثرات کا تفصیلی احاطہ کرتا ہے۔

**کلیدی الفاظ:** برصغیر پاک وہند، سید ابوالاعلیٰ مودودی، تصورِ آخرت، تمدنی احیاء، اخلاقی جوابدہی، نگرانِ ضمیر، تمدنِ اسلام۔

## مقدمہ (Introduction)

بیسویں صدی کے برصغیر پاک وہند میں برطانوی نوآبادیاتی غلبے نے نہ صرف سیاسی و عسکری میدان پر اثر ڈالا، بلکہ ایک ایسی لادینی اور مادہ پرستانہ تہذیب کو جنم دیا جس نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو شدید فکری انتشار اور "شخصیت کی دوئی" میں مبتلا کر دیا۔ مسلمان اپنی نجی زندگی میں تو عبادات اور ذاتی اخلاقیات سے وابستہ رہے، مگر تمدنی، معاشی اور سیاسی میدان میں مغربی سیکولر افکار کے اثرات قبول کرنے پر مجبور ہو گئے۔ عمرانیات کا مسلمہ اصول ہے کہ کسی بھی تمدن کا اصل استحکام اس کی اخلاقی و فکری اساس پر ہوتا ہے؛ جب اخلاقیات مادی افادیت اور عارضی مصلحت کے تابع ہو جائیں تو تمدن اندرونی طور پر کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ اس تناظر میں یہ بنیادی علمی سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے نوآبادیاتی سیکولرازم اور مقامی فلسفۂ تناسخ (آواگون) کی فکری اساس کا عقیدۂ آخرت کی روشنی میں کیا محاکمہ کیا، اور عقیدۂ آخرت کا پیش کردہ "داخلی محتسب اور نگرانِ ضمیر" کا تصور بیرونی جبر کے بغیر معاشرتی نظم کو کس طرح قائم رکھتا ہے؟

ان سوالات کے جواب میں اس تحقیق کا بنیادی مفروضہ یہ ہے کہ طبیعی ومادی قوانین چونکہ انسانی اعمال کے اخلاقی محرکات کا کامل بدلہ دینے سے قاصر ہیں، لہٰذا تمدنی عدل کے قیام اور ابدی اخلاقی اقدار کے ثبات کے لیے عقیدۂ آخرت ایک ناگزیر عمرانی تقاضا ہے۔ اس مقالے کا دائرہ کار مولانا مودودیؒ کی فکر (بالخصوص ان کی اثر انگیز تحریر "اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی") کے عمرانی، اخلاقی اور تمدنی اثرات کے تحلیلی مطالعے تک محدود ہے۔ منہجی اعتبار سے یہ تحقیق کیفیاتی، توصیفی اور تقابلی اسلوب پر مبنی ہے، جس میں مولانا مودودیؒ کی تحریروں کے متنی تجزیے کے ساتھ ساتھ ان کے افکار کو تاریخِ اسلام کے جلیل القدر مصلحین اور متکلمین ـــــ امام غزالیؒ، ابن خلدون، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور امام شاطبیؒ ـــــ کی عمرانی روایت کے تسلسل میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Volume 6 Issue 8 | 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

## ادبی جائزہ اور نظریاتی فریم ورک

### تمدنی اصلاح اور احیائے اخلاق: امام غزالیؒ کی کلامی فکر کا تسلسل

امام غزالیؒ کی فکری و تجدیدی روایت تاریخِ اسلام میں الحاد اور الحادی فلسفوں کے خلاف ایک مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قلعہ ثابت ہوئی تھی۔ انہوں نے یہ واضح کیا کہ انسانی تمدن کی اساس مادی عروج اور ظاہری زیب و آرائش کے بجائے باطنی تطہیر اور اخلاقی احیاء پر قائم ہے۔ امام غزالیؒ کے نزدیک انسانی تمدن کی حقیقی اصلاح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسانی قلب کا رشتہ اس کے اصل خالق سے نہ جڑ جائے۔ وہ قلب کو انسانی جسم کا حقیقی حاکم قرار دیتے ہیں اور مادی اعضاء کو اس کے سوار اور آلہ کار گردانتے ہیں۔ ان کے مطابق دنیا کی حیثیت محض ایک عارضی مسافر خانے اور امتحان گاہ کی سی ہے، جہاں مادی لذات کی اندھی پیروی انسان کو اس کے حقیقی سفرِ آخرت سے غافل کر دیتی ہے۔[1]

### عقیدۂ آخرت اور مابعد الطبیعاتی توازن: شاہ ولی اللہؒ کا عمرانی زاویہ

برصغیر پاک و ہند کے تمدنی اور علمی تناظر میں مولانا مودودیؒ کا فکری کام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تجدیدی اور عمرانی روایت کا ارتقائی تسلسل ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے یہ ابدی قانون واضح کیا ہے کہ انسان کا ہر عمل اس کی باطنی ہیئت پر گہرے نقوش چھوڑتا ہے، اور وفات کے بعد انسان کی روح انہی تمدنی اور اخلاقی اثرات کے ساتھ اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے جن سے اس کا باطنی وجود (نسمہ) اور ہیئتِ نفس اس دنیا میں انصباط پا چکے ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک تمدنی بقا اور معاشرتی امن کا دار و مدار طہارت، اخبات، سماحت اور عدالت جیسے بنیادی اخلاقی اصولوں پر ہے جو انسانی روح کو اعلیٰ ترین افق سے مربوط رکھتے ہیں۔[2]

### مادی تمدن کا زوال اور 'وازعِ دینی' کا عمرانی قانون: ابن خلدون کے افکار

فلسفۂ تاریخ کے بانی علامہ ابن خلدون نے عروج و زوالِ تمدن کا یہ تاریخی قانون وضع کیا ہے کہ جب کوئی تمدن مادی آسودگی اور تعیش کے انتہائی عروج کو پہنچتا ہے تو اس کے اخلاق بگاڑ کا شکار ہو جاتے ہیں، جو بالآخر تمدن کے منہدم ہونے کا سبب بنتا ہے۔ ابن خلدون کے عمرانی نظریے کے مطابق انسانی سرکشی کو قابو میں رکھنے اور تمدنی بقاء کے تحفظ کے لیے معاشرے میں ایک طاقتور نگران یعنی "وازع" کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ وازع یا تو انسانی عقل پر مبنی سیاسی قوانین کی شکل میں ہوتا ہے یا پھر الٰہی شریعت پر مبنی "وازعِ دینی" کی صورت میں۔ ابن خلدون واضح کرتے ہیں کہ عقلی قوانین صرف دنیاوی ظاہر اور معاشی مصالح کی حفاظت کرتے ہیں، جبکہ وحیِ الٰہی پر مبنی وازعِ دینی دنیا اور آخرت دونوں میں تمدنی فلاح اور نجات کا ضامن بنتا ہے۔[3]

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Volume 6 Issue 8 | 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

### مصالحِ آخرت اور مقاصدِ شریعہ کا توازن: امام شاطبیؒ کا اصولی منہج

امام شاطبیؒ نے یہ کلاسک اصولی قاعدہ قائم کیا ہے کہ الٰہی قوانین اور شریعت کی تنزیل کا بنیادی مقصد انسانوں کے مصالح کو دنیا اور آخرت دونوں میں حاصل کرنا ہے۔ شاطبیؒ کے نزدیک ان تمدنی اور اخلاقی مصالح کا مکمل انحصار پانچ بنیادی ضرورتوں —— دین، نفس، عقل، نسل اور مال —— کے تحفظ پر ہے۔ انہوں نے اس بات پر گہرا زور دیا ہے کہ شریعت کا اولین مقصد انسان کو اس کی ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشات کے چنگل سے نکال کر اسے رضاکارانہ طور پر اللہ کا عابد اور عفیف بنانا ہے۔[4]

## عقیدۂ آخرت کا عمرانی جواز اور مادی قوانین کی حدود

### طبیعی مادی قوانین کی نارسائی اور اخلاقی عدل کا فلسفیانہ تقاضا

انسانی وجود کے دو بنیادی پہلو ہیں؛ ایک حیاتیاتی یا طبیعی وجود اور دوسرا اخلاقی وجود۔ عمرانیاتی اور فلسفیانہ نقطۂ نظر سے یہ کائنات اپنے طبیعی مادی قوانین کے لحاظ سے حیاتیاتی زندگی کی بقا کے لیے تو کامل اور کافی ہے، لیکن انسان کی اخلاقی زندگی کے مآلات و نتائج کو پورا کرنے کے لیے یہ طبیعی نظام یکسر ناقص اور ناکافی ہے۔ اس طبیعی کائنات میں ہر مادی شے کا ایک وزن اور پیمانہ موجود ہے؛ یہاں لکڑی، لوہا، پتھر اور اناج تو تولے اور ناپے جا سکتے ہیں، لیکن انسانی عقل، ارادہ، نیت، محبت، نفرت، حسد اور کینہ جیسی لطیف اخلاقی اقدار کو ناپنے کے لیے مادی طبیعیات کے پاس کوئی ترازو موجود نہیں ہے۔[5]

### انسانی عمل کی گہرائی اور عارضی مادی زندگی کی نارسائی

انسانی زندگی کا تمدنی اور عملی دائرہ کار انتہائی وسیع ہے، اور اس دنیا میں کیے جانے والے انسانی اعمال کے اثرات مادی وقت اور مکان کی حدود سے نکل کر صدیوں اور نسلوں تک پھیل جاتے ہیں۔ ایسے طویل المیعاد اثرات رکھنے والے اعمال کا پورا بدلہ طبیعی قوانین کے تحت ملنا ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی ظالم اور غاصب جنگ یا فساد کے ذریعے لاکھوں ہنستے بستے خاندانوں اور آنے والی نسلوں کو تباہ کر دے، تو اس طبیعی دنیا میں اگر اس مجرم کے جسم کے ٹکڑے بھی کر دیے جائیں یا اسے زندہ جلا دیا جائے، تب بھی اس کی مادی سزا اس کے ہولناک اور وسیع ترین جرم کے مقابلے میں مضحکہ خیز حد تک کم ہو گی۔ اس محدود مادی نظام میں کسی ظالم کو اس کے تمام جرائم کی حقیقی سزا دینا ممکن نہیں ہے۔[6]


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Volume 6 Issue 8 | 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

## تمدنی رویوں اور انسانی دوڑ پر ابدی مقصدیت کا اثر (مسافر کا استعارہ)

جب انسان عقیدۂ آخرت کو تسلیم کر لیتا ہے، تو دنیا اور اس کے مادی وسائل کے بارے میں اس کا پورا تمدنی رویہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسلام اس تصور کو واضح کرنے کے لیے دنیا کو "دارالعمل" اور آخرت کو "دارالجزاء" قرار دیتا ہے۔ اس نظریے کے تحت دنیا محض ایک مسافر خانہ یا امتحان گاہ بن جاتی ہے، جہاں تمدنی وسائل عارضی طور پر امانت کے طور پر دیے گئے ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے انسانی تمدنی رویوں پر اس عقیدے کے اثر کو واضح کرنے کے لیے مسافروں کا ایک عمرانی استعارہ پیش کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دو مسافروں کے طرزِ عمل کا تقابل کیجیے؛ ایک مسافر یہ سمجھتا ہے کہ اس کا سفر انتہائی مختصر ہے اور آگے کوئی منزل نہیں ہے جہاں اس سے حساب لیا جائے گا۔ ایسا مسافر راستے میں قانون توڑنے، لوٹ مار کرنے اور عارضی لذات کے حصول میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرے گا، کیونکہ وہ تمدنی جوابدہی سے بے خوف ہے۔ اس کے برعکس، وہ مسافر جو یہ جانتا ہے کہ اس عارضی سفر کے بعد اس کی ایک ابدی اور مستقل منزل ہے، جہاں اس کے سفر کے ایک ایک قول، فعل اور رویے کا حساب لیا جائے گا، وہ راستے کے عارضی قیام کو ایک ذمہ دار امانت دار کی طرح گزارے گا۔ [7]

## الحادی مادہ پرستی کا معاشی و تمدنی بطلان

عقیدۂ آخرت سے خالی مادی اور الحادی طرزِ تمدن انسان کو محض ایک "معاشی حیوان" اور ہوس کا غلام بنا دیتا ہے۔ جب تمدن کی بنیاد صرف مادی نتائج پر رکھ دی جائے، تو اخلاقی قدروں کا زوال یقینی ہو جاتا ہے۔ مادی افادیت پسندوں کا یہ نظریہ کہ "ایمانداری بہترین پالیسی ہے"، عمرانی سطح پر انتہائی ناپائیدار اور کھوکھلا ثابت ہوتا ہے۔ اس فلسفے کے تحت ایمانداری صرف اس وقت تک اختیار کی جاتی ہے جب تک وہ معاشی طور پر مفید ہو؛ لیکن اگر کسی موڑ پر بے ایمانی یا جھوٹ زیادہ معاشی فائدہ اور مادی عروج فراہم کرے، تو الحادی مادہ پرست تمدن میں ایمانداری کو بلا جھجھک ترک کر دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس، عقیدۂ آخرت اخلاقی اقدار کو عارضی مادی فائدے اور نقصان سے آزاد کر کے انہیں ابدی ثبات اور ناگزیر قانونی تقدس عطا کرتا ہے۔ آخرت پر ایمان رکھنے والے کے نزدیک سچائی اور امانت داری ہر حال میں مستقل خیر ہیں، خواہ دنیاوی طور پر اس میں کتنا ہی مادی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ آخرت کا تصور اس مادی انارکی کا ابطال کر کے معاشرے کو معتدل، قانون کا رضاکارانہ پابند اور حقوق العباد کا نگران بناتا ہے۔ [8]


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Volume 6 Issue 8 | 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

## برصغیر پاک وہند کے تمدنی چیلنجز اور فلسفۂ تناسخ کا علمی محاکمہ

### برصغیر میں نوآبادیاتی مغربی سیکولرازم کا فکری و تمدنی حملہ

بیسویں صدی کے برصغیر پاک وہند کا تمدنی منظر نامہ نوآبادیاتی استعمار کے کثیر الجہتی فکری حملوں کی زد میں تھا۔ مغربی غلبہ محض ایک عسکری یا سیاسی تسلط نہیں تھا، بلکہ وہ اپنے ساتھ ایک متبادل سیکولر اور مادی تہذیب لے کر آیا تھا جس نے اسلامی تہذیب کی جڑوں پر حملہ کیا۔ مغربی افکار نے علوم اور تمدن کے ایسے ماڈل کھڑے کیے جنھوں نے روایتی اسلامی نظامِ تمدن کو ماضی کا قصہ قرار دینے کی کوشش کی۔ اس فکری یلغار کا سب سے بڑا تمدنی المیہ مسلمانوں کے بالخصوص تعلیم یافتہ طبقے کا "شخصیت کی دوئی" کے نفسیاتی عذاب میں مبتلا ہونا تھا۔ ان کی شخصیتیں تمدنی، سیاسی اور معاشی معاملات میں عملی طور پر مادی مغربی تہذیب کی مغلوب تھیں، جبکہ عقائد اور عبادات کے دائرے میں وہ اسلام سے وابستہ رہیں۔ سیکولرازم نے مذہب کو تمدنی اور اجتماعی زندگی سے بے دخل کر کے انفرادی زندگی تک محدود کر دیا۔ مولانا مودودیؒ کے نزدیک اس الحادی مادہ پرستی کا سب سے ہولناک نتیجہ اخلاقی اقدار کا زوال تھا، کیونکہ جب الٰہی حاکمیت اور جوابدہی کے تصور کو خارج کر دیا گیا تو اخلاقیات کے پاس کوئی ابدی اور غیر متبدل اساس باقی نہ رہی۔ ایسے تمدنی بحران میں مولانا مودودیؒ نے الحادی مادہ پرستی کے مقابلے میں عقیدۂ آخرت اور اخلاقی جوابدہی کو تمدن کی ناگزیر ضرورت کے طور پر پیش کیا۔[9]

### فلسفۂ تناسخ (آواگون) پر عقلی و سائنسی تنقید

برصغیر پاک وہند کے اپنے روایتی مذہبی و فلسفیانہ ماحول میں آخرت کا ایک متبادل مابعد الطبیعاتی تصور غالب تھا جسے فلسفۂ تناسخ (یا آواگون) کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ تصور بھی کسی حد تک جزا و سزا کے قانون پر مبنی تھا، لیکن مولانا مودودیؒ نے اس فلسفے کا تفصیلی عقلی اور سائنسی محاکمہ کر کے اس کی فکری خامیاں واضح کیں:

1. **دورِ باطل:** تناسخ کا یہ چکر عقلی اعتبار سے محال ہے، کیونکہ اس فلسفے میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ انسان بننے کے لیے حیوان کی حالت میں اچھے اعمال کرنا ضروری ہے اور حیوان بننے کے لیے انسان کی حالت میں برے اعمال کرنا لازم ہے۔ اس تکراری دائرے کا کوئی سرا یا نقطۂ آغاز عقلی طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا۔
2. **کائناتی فنا بمقابلہ ابدی تناسخ:** یہ عقیدہ روحوں اور مادی سانچوں کو ازلی اور ابدی فرض کرتا ہے، جبکہ جدید سائنسی تحقیق اور عقلِ سلیم یہ ثابت کرتی ہے کہ ہمارا یہ شمسی نظام اور کائنات ازلی نہیں ہے بلکہ اس کی بقا کی ایک طبعی عمر ہے جس کے بعد اس نے فنا ہونا ہے۔
3. **حیوانات کے اعمال کی اخلاقی حیثیت:** اعمال ارادی اور شعوری ہوں تبھی وہ جزا یا سزا کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ حیوانات اور نباتات عقل اور اختیار سے محروم ہیں، لہٰذا ان کے طبعی افعال کو اخلاقی اچھائی یا برائی کے ترازو میں تول کر انہیں عذاب یا ثواب کا ذریعہ بنانا عقل و انصاف کے بنیادی اصولوں کے منافی ہے۔
4. **مستقل گراوٹ اور مایوسی کا المیہ:** اس نظریے کے مطابق، گناہگار روح نیچے ہی نیچے گرتی چلی جائے گی اور اس کے لیے دوبارہ انسانی روپ اختیار کرنا انتہائی دشوار ہو جائے گا، جو انسانی فطرت کو مایوسی کے گہرے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔[10]


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Volume 6 Issue 8 | 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

## رہبانیت کا عمرانی نقصان بمقابلہ اسلامی 'دار العمل' کا تصور

فلسفۂ تناسخ نے برصغیر کی تمدنی نفسیات پر گہرے منفی اثرات مرتب کیے۔ اس تصور نے یہ عقیدہ پیدا کیا کہ خواہشات ہی دراصل روح کو اس دنیا کے عذاب اور جنموں کے لامتناہی چکر میں جکڑے رکھتی ہیں۔ اس چکر سے نجات کا واحد راستہ یہ بتایا گیا کہ انسان اپنی خواہشات کو مار ڈالے اور تمدنی تگ و دو سے کنارہ کش ہو کر رہبانیت اختیار کر لے۔ اس قنوطی سوچ نے انسان کو تمدنی ذمہ داریوں سے فرار سکھایا۔ مزید برآں، مطلق عدم تشدد کے نظریے نے معاشرے کے اندر اپنی مدافعت اور باطل کے خلاف عملی جدوجہد کی سکت ہی ختم کر دی، جس سے قومیں مغلوب ہو گئیں۔ اس کے برعکس، اسلام تمدن سے فرار یا رہبانیت کی سختی سے نفی کرتا ہے۔ اسلام دنیا کو "دار العمل" اور آخرت کی کھیتی قرار دیتا ہے۔ یہ کائنات انسان کے فرار کے لیے نہیں بلکہ مادی حدود کے اندر رہتے ہوئے اس کے اخلاقی استعمال کے لیے بنائی گئی ہے۔ اسلام رہبانیت اور مادی ہوس پرستی کی دونوں انتہاؤں کے درمیان ایک متوازن تمدنی راستہ پیش کرتا ہے جہاں انسان دنیاوی امور میں بھرپور حصہ لیتا ہے، لیکن اس کا آخری مقصد مابعد الموت خدا کی رضا اور دائمی کامیابی ہوتا ہے۔[11]

## 'نگرانِ ضمیر' اور تمدنی اخلاقیات کا احیاء

## داخلی محتسب اور تمدنی کردار کی رضاکارانہ تشکیل

انسانی سیرت کی اصلاح اور صالح معاشرے کے قیام کے لیے بیرونی قوانین اور ریاستی طاقت کا نفاذ اگرچہ تمدنی ضرورت ہے، مگر وہ انسانی اعمال کے ظاہر کی نگرانی تو کر سکتے ہیں، باطن کو پاکیزگی نہیں بخش سکتے۔ مولانا مودودیؒ کے نزدیک عقیدۂ آخرت کا سب سے بڑا تمدنی فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان کے وجود کے اندر ایک "داخلی محتسب اور نگرانِ ضمیر" بیدار کر دیتا ہے۔ آخرت پر یہ یقین کہ مرنے کے بعد ربِ کائنات کے سامنے ایک ایک فعل کا حساب دینا ہے، انسان کے ضمیر میں ایک ایسی اخلاقی طاقت پیدا کر دیتا ہے جو ہر لمحہ اس کے ساتھ ایک چوکیدار کی طرح نگران رہتی ہے۔ یہ اخلاقی چوکیدار انسان کو برائی کے محض ارادے پر ہی ٹوک دیتا ہے اور اس کے عملی اقدام کو روکتا ہے۔ اس عقیدے کی بدولت معاشرے میں قانون کی رضاکارانہ پابندی کا وہ مزاج پیدا ہوتا ہے جو کسی بھی بیرونی تعزیری نظام کا محتاج نہیں ہوتا۔ چنانچہ بیرونی فورس یا سزا دینے والی حکومت موجود ہو یا نہ ہو، انسان کے باطن کا محتسب تنہائی کے گوشوں اور رات کے اندھیروں میں بھی خدا کی نافرمانی اور کسی کا استحصال کرنے سے روکتا ہے۔ یہ تصور نفسِ انسانی کے اندر "نفسِ لوامہ" کو پروان چڑھاتا ہے جو ہر وقت انسان کو سیدھے راستے پر قائم رکھنے کی ضامن بن جاتی ہے۔[12]


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Volume 6 Issue 8 | 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

## سیکولر مصلحت پسندی کا زوال اور ابدی اخلاقی اقدار کا ثبات

جدید مادی اور لادینی معاشرہ اخلاق اور قانون کی پابندی کے لیے محض دنیوی نفع و نقصان کو بنیاد بناتا ہے۔ سیکولر فکر کا یہ تمدنی دعویٰ کہ "ایمانداری بہترین پالیسی ہے"، مصلحت پسندی پر مبنی ایک عارضی ڈھانچہ ہے۔ اس کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ جب تک ایمانداری معاشی طور پر فائدہ مند رہتی ہے، انسان اسے اختیار کیے رکھتا ہے؛ لیکن جیسے ہی مادی حالات بدلتے ہیں اور بے ایمانی میں زیادہ مادی منفعت نظر آتی ہے، تو انسان اخلاقی حدود کو پامال کر دیتا ہے۔ اس مادی مصلحت پسندی کے برعکس، عقیدۂ آخرت تمدن کو خیر و شر کی ابدی اور غیر متبدل قدریں عطا کرتا ہے۔ آخرت کا تصور یہ علمی اُساس فراہم کرتا ہے کہ اچھائی اپنی ذات میں ہمیشہ اچھائی ہے اور برائی ہر حال میں برائی رہے گی، خواہ دنیا میں عارضی طور پر اس کا کتنا ہی بڑا معاشی نقصان یا فائدہ ہو۔ آخرت پر یقین رکھنے والا شخص ایمانداری کو محض ایک اچھی پالیسی کے طور پر اختیار نہیں کرتا، بلکہ ایمانداری اس کے وجود کا مستقل حصہ بن جاتی ہے۔[13]

## شخصیت کی دوئی کا تدارک اور پبلک و پرائیویٹ لائف کا اخلاقی اتحاد

جدید نوآبادیاتی دور میں مسلمانوں کو جس سب سے ہولناک فکری چیلنج کا سامنا کرنا پڑا، وہ شخصیت کی دوئی کا عذاب تھا۔ مادی الحاد کے زیرِ اثر مسلمانوں کی تمدنی زندگی دو متضاد شعبوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ اس بگاڑ کے تحت سیکولر سوسائٹی کا یہ مزاج بن گیا تھا کہ انسان کی پبلک لائف (اجتماعی زندگی) اور پرائیویٹ لائف (نجی زندگی) بالکل دو الگ شعبے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص اپنی پبلک زندگی (کاروبار یا ملازمت) میں خوش اخلاق اور سچا نظر آتا ہے، لیکن اپنی نجی زندگی میں بدکاری اور اخلاقی نقائص میں ملوث ہوتا ہے۔ عقیدۂ آخرت اور اخلاقی جوابدہی کا تصور انسانی وجود کی اس دوئی کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے اور پوری انسانی زندگی کو ایک مربوط اخلاقی اکائی میں پرو دیتا ہے۔ جو شخص خدا کے سامنے اپنی پوری اختیاری زندگی کے اعمال کا جوابدہ ہونے کا احساس رکھتا ہو، اس کے نزدیک پبلک اور پرائیویٹ لائف کے دو الگ شعبے نہیں ہو سکتے۔ وہ دکان پر ہو یا خلوت کے اندھیروں میں، اس کا اخلاقی رویہ ایک جیسا رہتا ہے۔ اس طرح عقیدۂ آخرت کی بدولت انسان کو انفرادی اور قومی کردار کے لیے ایک ایسی مستحکم اساس فراہم ہوتی ہے جو بیرونی دباؤ کی محتاج نہیں ہوتی۔[14]


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Volume 6 Issue 8 | 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

## برصغیر کے مسلمانوں کے تمدنی تحفظ پر اس عقیدے کے عملی اثرات

### مادی زوال کے ادوار میں اسلامی تشخص اور تمدنی غیرت کا تحفظ

جب برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر نوآبادیاتی تسلط اور مادی مغلوبیت کا طویل دور آیا، تو اس زوال کے باوجود ان کا تہذیبی تشخص، وقار اور تمدنی غیرت اسی عقیدۂ آخرت کی بدولت محفوظ رہے۔ ایک عام مسلمان کا یہ پختہ ایمان تھا کہ دنیا محض ایک عارضی جائے امتحان ہے اور یہاں کی مادی چمک دمک یا مغلوبیت کسی انسان یا تہذیب کے حقیقی اخلاقی مقام کی علامت نہیں بن سکتی۔ عقیدۂ آخرت نے مسلمانوں کے اندر ایک ایسی تمدنی خودداری پیدا کر دی تھی جس نے انہیں مادی نوآبادیاتی طاقتوں کے رعب اور لادینی افکار کے سامنے جھکنے سے روکے رکھا۔[15]

### مغل تمدن کے دورِ زوال کی فکری مثال (رنگ محل کا کتبہ)

اس عقیدے کے عملی تمدنی اثرات اتنے گہرے تھے کہ مسلمانوں کا شاہی طبقہ بھی اپنے مادی عروج کے زمانے میں اس کی حقیقت سے کبھی غافل نہ ہو سکا۔ مولانا مودودیؒ برصغیر کے تمدنی مزاج کی عکاسی کے لیے مغل تمدن کے دورِ زوال کی ایک مثال پیش کرتے ہیں کہ مغل بادشاہ شاہجہان نے دہلی کا مشہور لال قلعہ بنوایا، جہاں اس وقت کے تمدن کے مطابق عیش و عشرت کا ہر سامان فراہم کیا گیا تھا؛ لیکن اس مادی جنت کے سب سے پر آسائش گوشے (رنگ محل) میں، اس نے قبلہ رخ دیوار پر ایک فارسی شاعر کا یہ تمدنی انتباہ نقش کروایا:

اے مسافر! تیرے پاؤں مٹی میں دھنسے ہوئے ہیں اور تیرا دل مہر بند ہے، ہوشیار ہو جا! تو جا تو مغرب کی طرف رہا ہے لیکن تیرا چہرہ مشرق کی طرف ہے؛ یعنی تو ایک ایسا مسافر ہے جس کی پیٹھ اس کی اصل منزل کی طرف ہے، ہوشیار ہو جا!

دنیا کی کسی دوسری مادی یا لادینی تہذیب میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جہاں ایک شاندار تمدن کا معمار اپنے ہی مادی عروج کے عمارتی شاہکار کے اندر خود کو اور اپنی رعایا کو اس فانی دنیا کی حقیقت اور اصل منزل کی یاد دہانی اس درجہ عبرت ناک کتبے سے کروائے۔ یہ مثال اس بات کا ثبوت ہے کہ مادی آسائشوں میں غرق ہونے کے باوجود مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر میں آخرت کا تمدنی تصور بیدار تھا۔[16]


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Volume 6 Issue 8 | 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

## جابر حکمرانوں اور استعماری طاقت کے خلاف مزاحمت کا محرک

عقیدۂ آخرت نے برصغیر کے مسلمانوں کو جابر تمدنی قوتوں اور استعماری طاقتوں کے سامنے حق کا کلمہ کہنے کی جو اخلاقی جرات دی، وہ تاریخ کا روشن باب ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی مادی طاقت کے نشے میں چور حکمرانوں نے شریعت اور اخلاق کی حدیں پار کرنے کی کوشش کی، تو کسی عام اور مادی طور پر کمزور مسلمان نے بھی کھڑے ہو کر جب انہیں خدا کا خوف اور آخرت کا محاسبہ یاد دلایا، تو وہ لرز اٹھے اور اپنے فیصلے واپس لیے۔ یہی عقیدہ استعماری لادینیت کے خلاف تحریکِ آزادی کا اصل معنوی محرک بنا، کیونکہ حریت پسندوں کے پیشِ نظر دنیاوی جاہ و جلال کے بجائے آخرت کی ابدی کامیابی اور رضائے الٰہی کا حصول تھا۔[17]

## نتائج

زیرِ نظر ریسرچ آرٹیکل کے تفصیلی اور تحلیلی مطالعے سے درج ذیل اہم علمی و عمرانی نتائج اخذ کیے گئے ہیں:

1. **عقیدۂ آخرت بطورِ متحرک تمدنی قوت:** مولانا مودودیؒ نے عقیدۂ آخرت کو محض ایک مابعد الطبیعاتی تصور یا روایتی پوجا پاٹ کا حصہ بنانے کے بجائے ایک فعال اور متحرک تمدنی طاقت کے طور پر پیش کیا۔ برصغیر کے ماحول میں اس عقیدے نے مسلمانوں کو نوآبادیاتی سیکولرازم کے خلاف تمدنی غیرت اور تشخص کے تحفظ کی مضبوط فکری بنیاد فراہم کی۔
2. **"داخلی محتسب" کا عمرانی نفاذ:** عقیدۂ آخرت پر سچا ایمان انسان کے ضمیر کے اندر ایک ایسا "داخلی محتسب اور نگرانِ ضمیر" قائم کرتا ہے جو کسی بھی بیرونی پولیس، عدالت یا دنیوی قانون کے دباؤ کے بغیر بھی تنہائی میں انسان کو معاشرتی انارکی اور اخلاقی زوال سے روکتا ہے۔
3. **شخصیت کی دوئی کا خاتمہ:** جدید الحادی اور سیکولر تمدن نے نجی اور اجتماعی زندگی کو الگ کر کے جو شخصیت کی دوئی پیدا کر دی تھی، تصورِ آخرت نے اس دوئی کا خاتمہ کر کے پوری زندگی کو ایک مضبوط اخلاقی وحدت میں پرو دیا ہے، جس سے سیکولر افادیت پسندی کا عمرانی بطلان واضح ہو جاتا ہے۔
4. **طبیعی قوانین کی حدود اور تمدنی عدل:** اس مادی دنیا کے طبیعی قوانین انسانی اعمال کے اخلاقی اثرات کا پورا بدلہ دینے سے قاصر ہیں۔ مادی کائنات کے پاس سچائی، اخلاص اور نسلوں تک پھیلنے والے ظلم و انصاف کو تولنے کے لیے کوئی مادی ترازو موجود نہیں ہے، لہٰذا عقلِ انسانی ایک ایسے ابدی نظام (آخرت) کا ناگزیر تقاضا کرتی ہے جہاں تمدنی اور اخلاقی مصالح کا حتمی فیصلہ ہو سکے۔
5. **فلسفۂ تناسخ کا ابطال:** برصغیر کے روایتی فلسفۂ تناسخ نے دنیا کو محض ایک فریب (مایا) قرار دے کر جس تمدنی فرار اور رہبانیت کو جنم دیا تھا، اس کے برعکس مولانا مودودیؒ نے اسلامی عقیدے کے تحت دنیا کو "دار العمل" اور آخرت کو "دار الجزاء" قرار دے کر تعمیری اور تمدنی سرگرمیوں کی راہ ہموار کی۔

## سفارشات

اس مطالعے کے نتائج کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Volume 6 Issue 8 | 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

1. **تعلیمی نصاب میں عقائد کی تمدنی تدریس:** جامعات اور مدارس کے تعلیمی نصاب میں عقائدِ اسلامی (خصوصاً عقیدۂ آخرت) کو محض خشک کلامی اور مابعد الطبیعاتی ابحاث کے طور پر پڑھانے کے بجائے، ان کے عمرانی، اخلاقی اور تمدنی اثرات کے زاویے سے پڑھایا جائے تاکہ جدید ذہن مادی افکار کے سامنے فکری پسپائی کا شکار نہ ہو۔
2. **انتظامی امور اور قوانین کی باطنی بنیادیں:** معاشرتی انارکی، کرپشن اور قانون شکنی کے خاتمے کے لیے حکومتیں محض بیرونی پولیس اور سخت تعزیری قوانین پر انحصار کرنے کے بجائے، شہریوں کے اندر "نگرانِ ضمیر" اور اخلاقی جوابدہی کا احساس بیدار کرنے کے لیے تعلیمی و تربیتی منصوبے شروع کریں۔
3. **تجدیدی کلامی مآخذات پر تقابلی تحقیق:** تحقیقی اداروں میں مولانا مودودیؒ کے تمدنی علمِ کلام کا موازنہ ماضی کے عظیم تمدنی و عمرانی مصلحین ——امام غزالیؒ، علامہ ابن خلدونؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ —— کے افکار کے ساتھ مربوط کرکے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر باقاعدہ تقابلی تحقیقی مقالے تحریر کروائے جائیں۔
4. **جدید تمدنی چیلنجز کے لیے اجتہاد کا نفاذ:** موجودہ مادی چیلنجز کے مقابلے کے لیے دورِ جدید کے قانون ساز اداروں میں اجتماعی اور شورائی اجتہاد کے اصولوں کو رائج کیا جائے تاکہ جدید تمدنی مسائل کا حل مقاصدِ شریعت کی روشنی میں نکالا جا سکے۔
5. **بین المذاہب مکالمے میں اخلاقی مآخذ کا احاطہ:** برصغیر کے کثیر المذہبی پس منظر میں لادینیت اور مادی افادیت پسندی کے سیلاب کو روکنے کے لیے بین المذاہب مکالمے میں ابدی اخلاقی جوابدہی اور عقیدۂ جزا و سزا کے تمدنی کردار کو بنیادی موضوع بنایا جائے تاکہ الحاد کے خلاف مشترکہ اخلاقی لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔

## حواشی و مراجع (Footnotes)

[1] ۔ ابو حامد محمد بن محمد الغزالي، إحياء علوم الدين (بیروت: دار المعرفة، 1982)، 1: 15-16، 54؛ شاہنواز فاروقی، "سید ابوالاعلیٰ مودودی کا عہد ساز فکری اور عملی کارنامہ،" جماعتِ اسلامی پاکستان ویمن ونگ، 4 ستمبر 2026۔

[2] ۔ الشاه ولي الله الدهلوي، حجة الله البالغة، تحقيق السيد سابق (بيروت: دار الجيل، 2005)، 1: 71، 75، 110، 184؛ Sayyid Abul A'la Maududi, Understanding Islamic Civilization (n.p., n.d.), Foreword, 1.

[3] ۔ عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون، دیوان المبتدأ والخبر في تاریخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر (بیروت: دار الفکر، 1988)، 1: 49، 237، 376، 467۔

[4] ۔ أبو إسحاق إبراهيم بن موسى الشاطبي، الموافقات في أصول الشريعة، تحقيق أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان (الخبر: دار ابن عفان، 1997)، 2: 8، 19، 62، 289۔

[5] ۔ Maududi, Understanding Islamic Civilization, 138, 165, 167.

[6] ۔ Ibid., 167.

[7] ۔ Ibid., 19, 164؛ الغزالي، إحياء علوم الدين، 4: 177؛ سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت کا پیغام (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1979)، 70-71۔

[8] ۔ Maududi, Understanding Islamic Civilization, 26, 30, 32, 41, 52, 121-122, 159؛ مودودی، سیرت کا پیغام، 71-72۔

[9] ۔ Maududi, Understanding Islamic Civilization, 48, 51, 145؛ فاروقی، "سید ابوالاعلیٰ مودودی کا عہد ساز فکری اور عملی کارنامہ۔"

[10] ۔ Maududi, Understanding Islamic Civilization, 123-125.

[11] ۔ Ibid., 16, 25-27, 125؛ مودودی، سیرت کا پیغام، 70۔

[12] ۔ Maududi, Understanding Islamic Civilization, 122, 127, 131؛ مودودی، سیرت کا پیغام، 70-72۔

[13] ۔ Maududi, Understanding Islamic Civilization, 122؛ مودودی، سیرت کا پیغام، 71-72۔

[14] ۔ مودودی، سیرت کا پیغام، 72-73؛ فاروقی، "سید ابوالاعلیٰ مودودی کا عہد ساز فکری اور عملی کارنامہ۔"


CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

[15] Maududi, Understanding Islamic Civilization, 26.

[16] Ibid., 27-28.

[17] Ibid., 28.